تین سلطنتوں کی داستان - ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر نثار ترابی

ABSTRACT:

Story (Daastaan) is a literary genre whose characters are always illusory and imaginative. The story is woven creating elements of surprise and interest by using mostly unreal elements. It has been read and heard over centuries with eagerness as love for story is implanted in human nature.

In every language, nation and culture of the world it has been popular and continued to add to the volume of literature. In Chinese literature throughout its history it has enjoyed popularity. The four stories which are of special significance in ancient Chinese literature "Teen Sultnatoun ki kahani" is one of them. Famous Pakistani ambassador and litterateur has successfully translated in Urdu language. The article under review presents analytical study of this story.

داستان ایک ایسی شعری صنف ہے جس کے کردار معیاری اور مثالی ہوتے ہیں اور جس میں تخیل اور زیادہ تر غیر حقیقی تخیل کی بدولت حیرت اور دل چسپی کے عناصر پیدا کر کے کہانی کا تانا بانا بُنا جاتا ہے۔ ان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ ہمیشہ سے ہی بڑے شوق سے پڑھی اور سنی جاتی رہی ہیں کیوں کہ قصے کہانیوں کا شوق انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ صدیوں سے ان کا تسلسل جاری و ساری ہے۔

دنیا کی سبھی زبانوں، قوموں اور تہذیبوں میں اس کا رواج ادبی شہ پاروں میں اضافے کا سبب بنا رہا۔ چینی ادب میں بھی اس کی روایت بڑی مضبوط اور مقبول رہی ہے۔ قدیم چینی ادب کی جن چار داستانوں کو چینی ادبِ عالیہ میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ تین سلطنتوں کی کہانی ان میں سے ایک ہے جسے معروف پاکستانی

سفارت کار اور ادیب ڈاکٹر ظہور احمد نے اردو زبان کے قالب میں بڑی کامیابی سے ڈھالا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اسی داستان کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

۲۰۱۵ء کا سال پاکستان اور چین کے مابین دوستانہ روابط کے سال کے طور پر منایا گیا۔ اس سال ملک بھر میں قومی سطح پر پاکستان نے اپنے عظیم پڑوسی ملک چین سے اپنی دیرینہ قلبی، ثقافتی، معاشرتی، سماجی اور سیاسی وابستگی کا کھل کر اظہارِ یکجہتی کیا۔ مختلف بڑے شہروں میں اس تناظر میں رنگا رنگ تقریبات کا اہتمام ہوا جس میں دونوں ملکوں کے درمیان پائے جانے والی لازوال محبتوں کے تسلسل کے جاری رہنے کا عزم کیا گیا۔ اس ضمن میں پاکستانی امورِ خارجہ کے محکمے سے وابستہ پاکستانی دانش ور، ادیب اور شاعر ڈاکٹر ظہور احمد (جو ۲۰۱۵ء سے مانچسٹر (برطانیہ) میں پاکستان کے قونصل جنرل ہیں) نے چین کی کلاسیکی تہذیبی قدروں کے نمائندہ اور عظیم ناول **تین سلطنتوں کی داستان** کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے جسے ادارہ تالیف وترجمہ جامعہ پنجاب کی طرف سے ۲۰۱۵ء ہی میں شائع کیا گیا ہے۔

چین کے اس مقبول عام قدیم کلاسیکی ناول (جسے داستانوی طرز پر تخلیق کیا گیا ہے) کے سات حصے تاریخی اور تین افسانوی ہیں۔ مذکورہ ناول کا ترجمہ دنیا کی متعدد بڑی زبانوں میں ہو چکا ہے جب کہ اردو میں اسے پہلی بار ترجمے کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا ڈاکٹر ظہور احمد کے سر جاتا ہے جو نہ صرف یہ کہ ایک اچھی شہرت رکھنے والے اور نہایت فعال سفارت کار ہیں بل کہ انھیں چین اور چینی ثقافت و ادب سے بھی خصوصی لگاؤ ہے۔ انھوں نے چین میں اپنی ملازمت کے دوران اس نوع کا ایک اہم ثقافتی سنگ میل سر کر کے پاکستان اور چین کے عظیم دوستانہ تعلقات کی ایک اہم پیش رفت کی طرف قدم بڑھایا ہے۔ اور اس پر فاضل مترجم پاکستانی قوم کی طرف سے اور خصوصاً پاکستانی ادبی و ثقافتی حلقوں کی جانب سے خصوصی احترام کے مستحق سمجھے جاتے رہیں گے۔ چین کی پیکنگ یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو نے دونوں ممالک کے عوام اور ان کے ثقافتی و ادبی رشتوں کو گہرا کرنے کے لیے اور ان میں نئے جذبوں کی آبیاری میں جو کردار ادا کر رہا ہے مذکورہ تاریخی ناول کے ترجمے کو، اس ثقافتی فعالیت میں ایک اور جہت کا اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

چین کے اس مشہور زمانہ تاریخی ناول کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے ان متعدد چینی کرداروں کے اضافی ناموں سے بھی اس اندیشے کے تحت صرفِ نظر کیا ہے کہ اس سے قارئین کو مطالعاتی مشکل پیش آئے گی۔ وہ اضافی نام جو قدیم چینی تاریخ کا حصہ بنتے چلے آئے ہیں، یہ اضافی نام، لوگوں کی شناخت خفیہ رکھنے کے سبب سے رکھے جاتے تھے۔ زیرِ نظر ناول میں بیان کی گئی داستان کی تفہیم کے لیے فاضل متراجم نے اس میں ایک تعارفی مضمون، نقشہ اور اہم تاریخی واقعات کی فہرست بھی پیش کر دی ہے۔

چین کے قدیم کلاسیکی ناول جنہیں خصوصی شہرت حاصل ہوئی، ان میں **سرخ محل کا خواب**، **مغرب کا سفر**، **دریائی قزاق** اور **تین سلطنتوں کی کہانی** کے نام آتے ہیں۔ **تین سلطنتوں کی کہانی** میں شامل کردار، تاریخی حقائق کی واقعاتی روداد پیش کرتے ہیں مگر ان کا انداز تمثیلی ہے۔ کرداروں کی کہانی تخیل کے زور پر آگے بڑھتی ہے جب کہ ڈرامائی مناظر اس کے بیانیہ اسلوب کو قابل توجہ بناتے ہیں۔ اس ناول کو

چودھویں صدی عیسوی میں ''لوگوان چھونگ'' نے تخلیق کیا۔ یہ وہ دور ہے جب چین مین منگ خاندان برسرا قتدار تھا مذکورہ ناول اپنی اصل شکل میں ایک سو بیس ابواب اور چودہ سو صفحات پر مشتمل ہے جب کہ فاضل مترجم نے اس ناول کی ایک سو بیس ذیلی عنوانات کے تحت تشکیل بندی کی ہے۔ مذکورہ ناول نے چین کے علاوہ جاپانی اور کورین ادب پر بھی گہرے اثرات مرتسم کیے ہیں۔ اس کی ہر دل عزیزی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ چین کا بچہ بچہ اس کہانی سے واقف ہے۔ اس پر مشتمل متعدد فلمیں، کتابیں، وڈیو گیمز اور ٹی وی سیریلز تشکیل دی گئی ہیں۔ دو ہزار سال گزرنے کے باوجود یہ کہانی، چین کے ادب، ثقافت، معاشرت اور سیاسی منظر نامے کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس میں پیش کی گئی اخلاقی اقدار اور تہذیبی روایات کو آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس داستان یا ناول کا ایک فنی امتیاز یہ بھی ہے کہ اس سے وابستہ بہت سے اقوال چین میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

اس تاریخی ناول کے پس منظر، تیسری صدی عیسوی کا دور ہے۔ یہ تاریخی دور ۱۶۵ء سے ۲۸۰ء تک کی زمانی مدت کو اپنا حوالہ بناتا ہے۔ اس دور میں ''ہان'' نامی خاندان کی سلطنت اپنے عروج کے اختتام پر تھی اور چین میں ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ خانہ جنگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے سردار ملک کے مختلف حصوں پر قابض ہو چکے تھے۔ اس ساری افراتفری کے نتیجے میں ملک چین آخر کار تین سلطنتوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور انھی تین سلطنتوں کے عروج و زوال کی کہانی، اس ناول کی مرکزی کہانی ہے جس میں اقتدارِ شاہی کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی کی بے مائیگی اور اتار چڑھاؤ و بڑے پر اثر افسانوی اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔

پاکستان اور چین کی دوستی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ خصوصاً موجودہ دور میں سیاسی، دفاعی اور معاشی تعاوّن میں ہونے والا اضافہ تو پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن دونوں ممالک کی تہذیبوں کا تفاوت پاکستانی اور چینی اقوام میں سماجی و ثقافتی بنیادوں پر تعلقات استوار کرنے میں ایک واضح رکاوٹ رہا ہے۔ ہر چند کہ اس ذیل میں یہ امر بھی قابل ذکر اور مسلمہ ہے کہ دونوں ممالک کے عوام ایک دوسرے کے لیے محبت اور احترام کے جذبات سے لبریز ہیں لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی عیاں ہے کہ

زبانِ یارِ من 'ترکی' و من ترکی نمی دانم

اسی تعاوّن کی ضرورت کو پاک چین سرحد کے دونوں جانب محسوس کیا جا رہا ہے اور اس ذیل میں ثقافتی تعاوّن کے فروغ کے لیے کوششیں بھی جاری ہیں۔ ثقافی تعاون کے فروغ کے لیے کی جانی والی ان کوششوں کو ترجمے کی سطح پر بھی ادبی اعتبار حاصل ہو رہا ہے کیوں کہ:

> ''ترجمے کی ضرورت علم اور زبان کی افزائش سے تعلق رکھتی ہے اور ہم نہ صرف زبان کی وسعت چاہتے ہیں بل کہ ذہن کی وسعت بھی ہمارے سامنے ہوتی ہے، ترجمہ دراصل دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے مابین پل کا کام دیتا ہے جس کے ذریعے خیالات اور تصورات ایک تہذیب سے دوسری تہذیب کی طرف اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی جانب جاتے ہیں اور اس سارے

عمل میں درآمد اور برآمد دونوں کیفیتیں شامل ہوتی ہیں''۔ (۱)

ڈاکٹر ظہور احمد صاحب جو کہ پاکستانی دفتر خارجہ کے ایک کلیدی عہدے پر فائز ہیں، یقیناً اس ضرورت سے نہ صرف بدرجہ اتم آگاہ ہیں بل کہ انھوں نے اس بابت عملی قدم بھی اٹھایا ہے جو کہ ان کی سرکاری ذمہ داری سے الگ ان کی تخلیقی صلاحیتوں اور حبّ الوطنی کا بین ثبوت ہے۔ اس جذبے کی چین میں مقبولیت بھی اس طرح سامنے آتی ہے کہ کتاب کا پیش لفظ پیکنگ یونیورسٹی، بیجنگ کے صدر شعبہ اردو نے اپنی بھرپور محبتوں اور مسرتوں سے لبریز ہو کر لکھا ہے اور اس میں اس امید کا اظہار بھی کیا ہے کہ ظہور احمد صاحب اپنے اس کام کو جاری رکھیں گے اور مزید چینی ادب پاروں کو پاکستانی عوام تک پہنچائیں گے۔ پروفیسر تھانگ منگ شنگ کہتے ہیں:

> ''یہ ایک کلاسیکی اور تاریخی ناول ہے۔ اس کا ترجمہ کرنے کے لیے چینی روایات اور تاریخی پس منظر سے شناسائی ضروری ہے۔ ظہور احمد صاحب نے چین میں قیام کے دوران چینی ثقافت اور اندازِ فکر پر تحقیق کی ہے جس سے وہ اس داستان کو عام فہم انداز میں اردو شناس طبقے تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے ہیں'' (۲)

اس داستان کے آغاز میں اگر چہ قارئین کو پس منظر سے آگاہ کرنا ایک لازمی امر ہے جو کہ مصنف نے بھی بطور مترجم نبھایا ہے لیکن اس میں لائق استحسان جملوں کی وہ بے ساختگی ہے کہ جس میں ترجمے کا اثر نظر نہیں آتا بل کہ دیو مالائی قصّہ خوانی میں یکتا اردو کے نامور ادیب و افسانہ نگار ''اے حمید صاحب'' کا انداز جھلکتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ نثر پارہ ملاحظہ ہو:

> ''پھر وہ وقت آن پہنچا کہ ابدی سکون کے دور کے دوسرے سال یعنی ۱۶۸ء کے چوتھے مہینے کے پندرھویں دن جب بادشاہ دربارِ عدل میں پورے چاند کی رسومات کی ادائیگی کے لیے پہنچے اور اپنی نشست پر بیٹھنے لگے تو ایک سرد ہوا چلی اور اچانک کہیں سے ایک سبز رنگ کا اژدھا آ کر تخت پر براجمان ہوگیا۔ بادشاہ چکرا کر گرے اور ان کو، ان کی خواب گاہ میں لے جایا گیا۔ تمام دربار تتر بتر ہوگیا۔ پھر اس کے بعد اس اژدھے کا کبھی کہیں پتا نہ چلا۔ پھر ایک تیز آندھی آئی بہت زور کی بارش اور ژالہ باری ہوئی اور تمام رات تباہی مچی۔ پھر سلطنت کے چوتھے سال کے دوسرے مہینے میں لو پانگ دارالخلافے میں ایک سمندری تباہی آئی اور تیز لہروں نے بہت سے شہریوں کو نگل لیا۔ اس کے بعد ایک سال مرغیوں نے بانگیں دینا شروع کر دیں۔ پھر چھٹے سال کے پہلے دن ایک تاریک بادل اٹھا اور اس نے دربارِ عدل کو گھیر لیا۔ اس سے اگلے ماہ بادشاہ کی خواب گاہ میں ایک اضافی قوس قزح دکھائی دی۔ پھر دارالخلافہ سے دور یوآن پہاڑوں میں زلزلے سے ایک گہرا شگاف پڑ گیا (۳)

ان تمام جملوں میں اگر ''لو پانگ'' اور ''یوآن'' کو نکال دیا جائے تو لامحالہ کسی ہندی یا اردو دیو ملائی کہانی کا مآخذ معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ جملے بھی کسی قدیم جادوائی داستان کا منظر نمایاں کرتے ہیں:

''اشارہ ملتے ہی دونوں طرف سے سردار گوآن اور چنگ فے نے دشمن پر غلاظت کا ڈھیر پھینکنا شروع کر دیے۔ دیکھتے ہی دیکھتے طوفان جاتا رہا اور جادوئی لشکر تنکوں اور جھاڑیوں کے مانند غائب ہو گیا۔ سنگ باری تھم گئی۔''(۴)

ناول کی کہانی بیان کرتے ہوئے وہ چین کی تہذیبی ندرتیں بھی بیان کرتے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ سطریں ملاحظہ ہوں:

''ان دونوں درباریوں نے استعفٰی دے دیا اور ان کے ساتھ آدھا دربار بھی چل پڑا۔ چین میں روایتاً بادشاہ اور حاکموں کے مشیر اپنی رائے کا بلا تکلف اظہار کرتے ہیں۔ خواہ حاکم ان سے ناراض ہو جائے''۔(۵)

یہ ناول قاری کو اس دور کے لوگوں کے فلسفہ حیات سے بھی روشناس کراتا ہے۔ ناول میں جا بجا شگون لینا، اشاروں کی مدد سے پیشن گوئیاں کرنا پھر انھیں اسی کلاسیکی انداز میں پیش کرنا مترجم کا داستان فہمی کے وصف کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

بالخصوص ناول کے آغاز میں جو نظم لکھی ہے وہ اگر از خود اظہار نہ کیا جائے تو کہیں سے بھی ترجمہ معلوم نہیں ہوتی۔ نظم ملاحظہ ہو:

مشرق کو بہتا دریا
ہے پیہم رواں دواں
یہ دلیر بھی فانی
کیا گل و گلستاں
ڈھلتے سورج کی تپش
پہاڑ ہیں مگر جاوداں
کیا بہار کیا خزاں
تھکے ہارے محنت کش
مچھیرے اور باغباں
سناتے ہیں اک دوجے کو
بیتے سمے کی داستان (۶)

اور

نیلا آسمان ڈوبنے کو ہے
پیلے آسمان کی باری ہے

فلک بوس نخرے والو
اب خاک نشینوں کی اڈاری ہے
وقت بدلنے کو ہے
اب قوم کی قسمت ہماری ہے (۷)

ناول کے ترجمے میں جہاں بھی کہیں اشعار آئے ہیں، مترجم نے حتی الامکان اسے شعر کے قالب ہی میں بیان کر کے ترجمے کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں:

شاہی مشرق سے چلی
پھر مغرب میں پھلی (۸)

اور

ہزاروں میل لمبی گھاس
چار دن جینے کی آس (۹)

اس طرح جب سن مچوان پر حملے کے موقع پر تھاؤ تھاؤ آسمانی ستاروں میں خوش قسمتی دیکھتا ہے اور اسے ایک سنہری روشنی نظر آتی ہے تو وہ روشنی کے مقام پر کھدائی کا حکم دے دیتا ہے۔ اس موقع پر کسی چینی شاعر نے جو شعر کہا ہے ڈاکٹر ظہور احمد نے اس کا یوں ترجمہ کیا ہے:

جنوبی آسمان ہم کو فتح کی امید دے
شمال کی زمین میں خزانے ہیں چھپے ہوئے (۱۰)

اس شعر کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جیسے اردو اور فارسی شاعری کی قدیم روایت میں فلک کو کوسنا معمول رہا ہے ہمارے کلاسیکی شعری روایت کے سبھی شعرا نے اس موضوعاتی روایت کا احترام کیا ہے مثلاً مرزا غالبؔ نے کہا تھا:

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو (۱۱)

اور داغؔ کہتے ہیں:

کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں
اگر نہ آگ لگادوں تو داغ نام نہیں (۱۲)

جب کہ مومنؔ اس موضوعاتی روایت کا تتبع کچھ یوں کرتے ہیں:

تو 'فلک' 'مرگ' ہم سے سب غافل
اب کسی کا بھی آسرا نہ رہا (۱۳)

چین میں فلک یا آسمان سے مدد طلب کرنے کی روایت ہے۔ تہذیبوں میں تفاوت اور تقابلی کا بہت سا مواد

اس نوع کے تراجم ہی سے ممکن ہے۔ دیکھیے ان اشعار میں بھی چینی ثقافت اور تہذیب کا عکس کیسے جھلملا رہا ہے:

آٹھ نو سال میں ہے زوال
چار سال بعد موت کا وصال
پھر تقدیر راہ دکھائے
اور ڈریگن اڑتا چلا آئے (۱۴)

ڈاکٹر صاحب کی یہ ادبی خوش قسمتی ہے کہ انھیں مانچسٹر میں اپنی منصبی ذمہ داریوں کی بجا آوری کے دنوں میں اردو کے نامور شاعر ناصر کاظمی کے سخن ور صاحب زادے جناب باصر سلطان کاظمی کی دوستانہ رفاقت بھی میسر آئی جنھوں نے زیرِ نظر ناول کے متعدد مقامات پر کیے گئے منظوم ترجمے نگاری کے ذیل میں ان کی فنی رہ نمائی کی، جس کا ذکر ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں بھی کیا ہے۔ ناول میں چوگے لیان کے منھ پر جاگتے ہی جاری ہونے والے الفاظ کا ترجمہ بھی اگر سیاق وسباق سے منہا کر کے پڑھا جائے تو جدید رنگِ شاعری سے مزین عصری حیثیت کا ایک متحرک تصور آنکھوں میں جھانکنے لگتا ہے:

خبر کس کو ہے قسمت کی
خلش دل میں ہے کچھ ایسی
وہ دن بس آنے والا ہے
کہ جب سکھ جانے والا ہے (۱۵)

چینی شعروں کا اردو میں منظوم ترجمہ کر کے ظہور احمد نے اپنی شعری صلاحیتوں کی خوبی بھی عیاں کر دی ہے۔ ایسا اس لیے بھی ممکن ہوا ہے کہ ڈاکٹر صاحب ہمارے اسکول دور کے قریبی دوست ہونے کی بنا پر ۱۹۸۰ء کی دہائی میں اپنے زمانہ طالب علمی میں ایلیٹ کلب مورگاہ راول پنڈی میں ہماری ادبی بزم ''نوائے سحر'' کے تحت سجائی جانے والی شعری محفلوں میں بطور شاعر شریک ہوتے رہے ہیں۔ ان دنوں آپ ''مخلص'' تخلص اختیار کیے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے اس نوع کی تخلیقی شان ایک شاعر ہی پیش کر سکتا ہے، ترجمے کی سطح پر ڈاکٹر صاحب نے دیکھیے فلسفہ فنا کو (جو کہ ایک آفاقی حقیقت ہے) کس شعری جمال سے ترجمے کے روپ میں ڈھالا ہے:

کبھی ہنسنا، کبھی رونا، کبھی جیت، کبھی ہار
زندگی تیرا کیا کریں ہم اعتبار (۱۶)

جامعہ پنجاب میں صدر شعبہ اردو اور معروف شاعر و محقق ڈاکٹر محمد کامران نے بجا طور زیرِ نظر نثری کاوش کی تحسین کرتے ہوئے کہا ہے کہ::

''تین سلطنتوں کی داستان ایک ایسا متحرک آئینہ ہے جس میں ہم قدیم چین کی لوک داستان، رزم و بزم کی پر لطف حکایات اور انسانی نفسیات کے عکس ریزے تلاس کرتے ہیں'' (۱۷)

یوں تو بادی النظر میں یہ ناول مختلف اتحادوں کے بننے اور بگڑنے، وفاداریوں کے قیام اور انہدام، شخصیتوں

کے عروج و زوال اور ایک جہدِ مسلسل کی کہانی معلوم ہوتی ہے لیکن اس کو پڑھتے ہوئے چینی تہذیبی روایات، ایثار، جوانمردی، حکمت عملی، مذہبی عقائد، تقدیر پر ایمان، حکمت و دانائی کی باتیں، ادب چاشنی، دیو مالائی داستانوں کا حسن، علاقائی توہمات و عقائد، انسانی و آفاقی اٹل حقائق، بشری خصوصیات اور کمزوریاں سبھی کا ایک عمیق جائزہ مہیا کرتا ہے۔ کنیفوشس کے نظریات، چینی نیچری مذاہب، قدیم مابعدالطبعیاتی ذہن، شگون لینا، تعبیر بیان کرنا اور زندگی کا ان تمام امور سے متاثر ہونا اس میں بھرپور انداز میں نمایاں کیا گیا ہے۔ اردو داں طبقے میں چینی ادب کو متعارف کرانے کی ایسی مساعی جاری رہنی چاہیے تاکہ دونوں تہذیبوں کے نمائندے ایک دوسرے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ آگہی حاصل کرسکیں۔

حوالہ جات:

۱۔ پروفیسر تھانگ منگ شنگ (پیش لفظ) مشمولہ، **تین سلطنتوں کی داستان**، ترجمہ ڈاکٹر ظہور احمد، لاہور، ادارہ تالیف و ترجمہ ۲۰۱۵ء، ص xiv

۲۔ ڈاکٹر نثار احمد قریشی، '(مقدمہ) **ترجمہ روایت اور فن**، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۵ء، ص ۲۶

۳۔ ڈاکٹر ظہور احمد، **تین سلطنتوں کی داستان**، لاہور، ادارہ تالیف و ترجمہ ۲۰۱۵ء، ص ۳

۴۔ ایضاً ، ص ۱۶

۵۔ ایضاً ، ص ۳۳

۶۔ ایضاً ، ص ۱

۷۔ ایضاً ، ص ۵

۸۔ ایضاً ، ص ۶۵

۹۔ ایضاً ، ص ۹۵

۱۰۔ ایضاً ، ص ۲۸۵

۱۱۔ غالب مشمولہ، **دیوان غالب**، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص ۲۲۲

۱۲۔ داغ دہلوی مشمولہ، **کلیات داغ دہلوی**، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۴۱

۱۳۔ مومن، مشمولہ، ''انتخاب کلام''، **حکیم مومن خان مومن** (مرتب ڈاکٹر منور ہاشمی) نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۵ ستمبر ۲۰۱۵ء، ص ۱۷۲

۱۴۔ ڈاکٹر ظہور احمد، 'تین سلطنتوں کی داستان' لاہور، ادارہ تالیف و ترجمہ ۲۰۱۵ء، ص ۲۹۳

۱۵۔ ایضاً ، ص ۳۱۵

۱۶۔ ایضاً ، ص ۳۸

۱۷۔ ایضاً ، ص IV